Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Modern Interpretations of Ulum al-Quran: A Critical Study of Contemporary Muslim Scholars' Works and Ideas

علوم القرآن کی جدید تعبیرات: معاصر مسلم مفکرین کی کتب وافکار کا تنقیدی جائزہ

Authors Details

1. Dr. Uzma Saffat (Corresponding Author)
Assistant Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University, Lahore, Pakistan. uzma.saffat@gcu.edu.pk

2. Laraib Mushtaq
Research Scholar, GC University, Lahore, Pakistan.

3. Dr. Musferah Mehfooz
Tenured Associate Professor Department of Humanities, COMSATS University Islamabad, Lahore Campus, Pakistan.

Citation

Saffat, Dr. Uzma, Laraib Mushtaq and Dr. Musferah Mehfooz." Modern Interpretations of Ulum al-Quran: A Critical Study of Contemporary Muslim Scholars' Works and Ideas." *Al-Marjān Research Journal*, 3,no.2, April-June (2025): 776−795.

Submission Timeline

Received: Mar 26, 2025
Revised: April 13, 2025
Accepted: May 03, 2025
Published Online: May 23, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Modern Interpretations of Ulum al-Quran: A Critical Study of Contemporary Muslim Scholars' Works and Ideas

علوم القرآن کی جدید تعبیرات: معاصر مسلم مفکرین کی کتب وافکار کا تنقیدی جائزہ

☆ ڈاکٹر عظمیٰ صفات ☆ لاریب مشتاق ☆ ڈاکٹر مسفرہ محفوظ

Abstract

This research critically examines and compares three significant contemporary works on *Ulum al-Quran* authored by Dr. Humayun Abbas Shams, Dr. Usman Ahmad, and Dr. Muhammad Farooq Haider. The study highlights the contributions of these scholars in understanding and interpreting *Ulum al-Quran*, with a particular focus on their methodological approaches, thematic classifications, and intellectual orientations. By engaging in a detailed comparative analysis, the paper explores how each scholar has presented unique perspectives on the compilation, preservation, and thematic structure of the Quran. Furthermore, it sheds light on important issues such as the sciences of revelation, compilation, Qira'at, Tafsir methodologies, abrogation, causes of revelation, and the concept of miraculous nature (*I'jaz*) of the Quran. Special attention is given to the discussion of *Tabaqat al-Mufassirin*, where the classical classification of Quranic exegetes is revisited, ranging from the era of the Companions of the Prophet ﷺ to later generations of scholars. The paper also evaluates notable traditional works such as *Tabaqat al-Mufassirin* by Suyuti, Dawudi, Adna Di, and *Mu'jam al-Mufassirin* by Nuwaihiz, thereby connecting contemporary scholarly contributions with the classical heritage of *Ulum al-Quran*. The research argues that the intellectual diversity and methodological rigor of contemporary Muslim scholars not only broaden the scope of Quranic sciences but also provide new frameworks to understand its relevance for modern academic and intellectual discourse. This critical and comparative inquiry ultimately contributes to bridging classical scholarship with modern interpretations in the study of Quranic sciences.

Keywords: Muslim Scholars, Ulum al-Quran, Tafsir Methodologies, Contemporary Interpretations, Quranic Sciences, Tabaqat al-Mufassirin

تعارف موضوع

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی اور تا قیامت انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کا کامل ذریعہ ہے۔ قرآن فہمی اور اس کے پیغام کی صحیح تعبیر کے لیے مختلف علوم وجود میں آئے جنہیں مجموعی طور پر "علوم القرآن" کہا جاتا ہے۔ ان علوم میں نزول قرآن، جمع و کتابت، ترتیب، قراءت، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ، اعجاز قرآن، شبہات کا ازالہ اور تفسیر کے اصول شامل ہیں۔ اگرچہ اس کی بنیاد عہدِ نبوی ہی میں موجود تھی لیکن اس کی با قاعدہ تدوین بعد کے ادوار میں ہوئی۔ مفسرین نے ہر دور میں اپنی علمی کاوشوں سے ان علوم کو ترقی دی، جن میں امام سیوطی، علامہ زرقانی، ڈاکٹر نورالدین عتر اور دیگر اہل علم شامل ہیں۔ جدید دور میں بھی مسلم مفکرین نے علوم القرآن کو نئی جہتوں

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی واسلامیات، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔
☆ ریسرچ اسکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔
☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ ہیومینٹیز، COMSATS یونیورسٹی اسلام آباد، لاہور کیمپس، پاکستان۔

سے پیش کیا ہے۔ اس مقالے میں ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر عثمان احمد اور ڈاکٹر محمد فاروق حیدر کی کتب کا تنقیدی و تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ ان کی کاوشوں نے جہاں علوم القرآن کے کلاسیکی ورثے کو برقرار رکھا وہاں نئے فکری و علمی مباحث کو بھی شامل کیا۔ بالخصوص "طبقات المفسرین" کے تناظر میں ان کی آراء اس علم کے ارتقائی سفر کو بہتر طور پر سمجھنے میں معاون ہیں۔

علوم القرآن از ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس، 11 دسمبر 1970ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم فیصل آباد سے حاصل کی، گورنمنٹ کالج لاہور سے بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی، اور پھر بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے اسلامیات میں ایم۔اے اور پی ایچ۔ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ 2006ء میں، آپ نے گلاسگو یونیورسٹی، اسکاٹ لینڈ سے اسلامیات میں پوسٹ ڈاکٹریٹ کی ڈگری مکمل کی۔ آپ نے تدریسی خدمات کا آغاز آزاد جموں وکشمیر کی معین الدین اسلامی یونیورسٹی سے بطور لیکچرر کیا۔ 2002ء سے آپ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد سے وابستہ ہیں، جہاں آپ نے لیکچرر، اسسٹنٹ پروفیسر اور ایسوسی ایٹ پروفیسر کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے متعدد علمی تصانیف لکھی ہیں، جن میں "انسان قرآن کی نظر میں"، "غریب السیرۃ"، "حوض کوثر"، "عظمت قرآن"، "بدیع الزمان سعید نورسی کے قرآنی افکار"، "مباحث سیرت مصطفی ﷺ کلی احادیث کی روشنی میں"، "محبت رسول ﷺ امر اہمیت اور تقاضے"، "مقام نبوت"، اور "علوم القرآن" شامل ہیں۔ ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس کا تحقیقی میدان سیرت النبی ﷺ ہے۔ ان کی سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی کتاب کو اپریل 2005ء میں وزیر مذہبی امور کی جانب سے ایوارڈ سے نوازا گیا۔

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس کی کتاب "علوم القرآن" جامع اور مختصر علمی ماخذ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے طوالت بیان سے گریز کرتے ہوئے صرف چند ضروری مباحث کو تفصیل سے بیان کیا ہے، جبکہ باقی تمام موضوعات کو اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ کتاب کا آغاز حرف اقتضاء سے ہوتا ہے، جس میں قرآن کے فیضان اور علم و آگہی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مصنف نے علوم القرآن کی تعریف کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے، جو اردو کتب میں عموماً نظرانداز کی جاتی ہے۔ علوم القرآن کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے، ڈاکٹر ہمایوں نے علم اور قرآن کی تعریفات پیش کی ہیں، اور سلف صالحین، حسن بصری، عبدالرزاق، اصولیین اور متاخرین کی بیان کردہ تعریفات کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر ہمایوں نے علوم القرآن کی تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: پہلے حصے میں نزول قرآن، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ، تدوین قرآن، اور اس کی حفاظت، اور قرات جیسے مباحث شامل ہیں۔ دوسرے حصے میں وہ علوم شامل ہیں جو قرآن کے صحیح فہم کے لیے ضروری ہیں، جیسے علم اللغت، اعجاز القرآن، المحکم والمتشابہ، اور غریب القرآن۔ [1]

مؤلف علوم القرآن کا تاریخی طور پر جائزہ لیتے ہوئے عہد رسالت اور علوم القرآن کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مؤلف کے مطابق عہد نبوی میں علوم القرآن کو تحریری شکل دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابہ کے درمیان موجود تھے صحابہ کو جہاں بھی تفہیم قرآن میں دشواری پیش آتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم خود اسے آسان فرمادیتے۔ [2]

مصنف عہد رسالت میں علوم القرآن کو مختصراً بیان کرنے کے بعد عہد صحابہ و تابعین اور علوم القرآن کے موضوع پر توجہ دیتے ہیں۔ عہد عثمانی میں قرآن کی قرات میں اختلافات کو بیان کرتے ہوئے خلفاء راشدین کے علاوہ چند مشہور مفسر قرآن صحابہ کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر تابعین کا ذکر

---

[1] Shams, Humāyūn ʻAbbās, *ʻUlūm al-Qur'ān* (Faisalabad: Shamaʻ Publishers, 2015), 25.

[2] Humāyūn ʻAbbās Shams, *ʻUlūm al-Qur'ān*, 25.

کرتے ہیں جنھوں نے مشہور صحابہ سے قرآن اور اس کے علوم سیکھے۔ عہد تابعین میں علوم القرآن کا دائرہ وسیع ہوا، اور اس فن کی مختلف شاخوں جیسے، اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ وغیرہ پر کام شروع ہوا۔ علوم القرآن پر مختلف انواع کو زیر بحث لاتے ہوئے مؤلف لکھتے ہیں:

> کہ علوم القرآن کی انواع کا ذکر کتب احادیث میں مختلف عنوانات کے تحت آیا۔ محدثین نے علوم القرآن کی مختلف انواع کو احادیث کی روشنی میں درج کیا۔ مگر اس کا آغاز علوم القرآن کی مختلف انواع پر مستقل تالیف سے ہوا۔ پانچویں صدی سے باقاعدہ علوم القرآن پر مستقل تالیفات کا آغاز ہوا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔[3]

یقیناً یہ فن مرتب و مدون ہو چکا ہے مگر اس کی مختلف انواع پر کتب تحریر کرنے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ صاحب تصنیف نے چند اہم عربی اور اردو کتب کا ذکر کیا ہے، جن میں الحاوی فی علوم القرآن، عجائب علوم القرآن، فنون الافنان فی عیون علوم القرآن، علوم القرآن از علامہ تقی عثمانی، علوم القرآن از مولانا گوہر رحمان اور علوم القرآن از شمس الحق شامل ہیں۔ نیز کتب تفاسیر کے مقدمات اور مباحث علوم القرآن کو بیان کرتے ہوئے مؤلف لکھتے ہیں کہ ہر مفسر کے پیش نظر کچھ قواعد و کلیات ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ دوسرے مفسرین کی آرا سے اختلاف کرتا ہے ان آرا و افکار کو مفسر اصول تفسیر کے مقدمے میں بیان کر دیتا ہے اس طرح سے مختلف تفاسیر کے مقدمات علوم القرآن کی مباحث کے فہم کا ذریعہ بنتے ہیں۔ صاحب تصنیف جن کتب تفاسیر کے مقدمات کو بیان کرتے ہیں وہ یہ ہیں: مقدمہ جامع البیان عن تاویل آئ القرآن، مقدمتان فی علوم القرآن، مقدمہ جامع التفاسیر، مقدمہ تفسیر القاسمی، مقدمہ تبیان القرآن[4] مولف ان مقدمات میں موجود مباحث کو فہرست کی صورت میں بیان کرنے کے بعد اس بحث کے تسلسل میں چند نمائندہ کتب سے علوم القرآن کی انواع کو نقل کرتے ہیں وہ نمایاں کتب یہ ہیں: البرھان فی علوم القرآن، الاتقان فی علوم القرآن، الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن، اور التمہید فی علوم القرآن۔

صاحب تصنیف کتاب کے باب اول کی ابتدائی مباحث کو اجمالاً بیان کرنے کے بعد کتاب کا باب دوم بیان کرتے ہیں جس کو علوم القرآن کے انواع سے موسوم کرتے ہیں۔ مولف باب دوم کو اول کی نسبت تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ صاحب تصنیف علوم القرآن کے انواع میں اسرائیلی روایات سے گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔ اسرائیلیات کو وضع کرنے سے قبل اسرائیلی روایات کے موضوع پر اہم کتب کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں ان کی اپنی تالیف "کتب تفاسیر میں اسرائیلی روایات" بھی شامل ہے۔ انہوں نے علامہ ابن خلدون کے اسرائیلیات کی اسلامی روایات میں دخل اندازی کے بارے میں نقطہ نظر کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسرائیلیات کے متعلق آئمہ کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے مولف لکھتے ہیں کہ جن روایات کی تصدیق قرآن وحدیث سے ہو، ان کو لیا جائے اور جو اسلامی فکر و نظر کے خلاف ہوں تو ان کو رد کیا جائے۔[5]

چنانچہ اس ضمن میں مولف نے امام ابن تیمیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ کی آراء کو نقل کرتے ہوئے اسرائیلیات کی اقسام کو اجمالاً بیان کیا ہے جو یہ ہیں: صحت و عدم صحت کی بنیاد پر اقسام، ہماری شریعت کی مخالفت و موافقت کے اعتبار سے اقسام، اسرائیلی روایات کی موضوعاتی تقسیم۔ تفسیر اور اسرائیلیات کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مولف لکھتے ہیں کہ تفسیر اور اسرائیلیات کی ابتدا عہد صحابہ سے ہوئی، اکثر دفعہ ایسا ہوتا کہ کوئی صحابی قرآنی قصہ پڑھاتے تو اس کی مزید توضیح و تشریح کیلئے اہل کتاب سے پوچھ لیتے۔[6]

---

[3] Humāyūn ʻAbbās Shams, *'Ulūm al-Qur'ān*, 25.

[4] Humāyūn ʻAbbās Shams, *'Ulūm al-Qur'ān*, 32.

[5] Humāyūn ʻAbbās Shams, *'Ulūm al-Qur'ān*, 32.

[6] Humāyūn ʻAbbās Shams, *'Ulūm al-Qur'ān*, 61.

اسرائیلی روایات کو نقل کرنے میں ہر مفسر نے جو مختلف اسلوب اختیار کیا، مولف نے ان اسالیب کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام رازی، علامہ یوسف القرضاوی، اور حافظ ابن کثیر کے اسرائیلیات کے بارے میں مؤقف کو بھی بیان کیا ہے۔ مؤلف نے حافظ ابن کثیر کے تفسیری منہج کا تجزیہ کرتے ہوئے ان مقامات کی نشاندہی کی ہے جہاں انہوں نے قرآنی آیات کی تفسیر میں اسرائیلی روایات کی تنقیح و تردید کی ہے۔ اس ضمن میں مولف نے حافظ ابن کثیر کی ان آیات کی تفسیر سے استدلال کیا ہے جن میں انہوں نے اسرائیلی روایات کے نقائص کو واضح کیا ہے۔

مؤلف نے آیات کے ظاہر و باطن کے موضوع پر اہم کتب کا ذکر کیا ہے، اور علامہ سیوطی کی کتاب "الاتقان" میں ظاہر اور باطن کے جو پانچ اقوال نقل کیے ہیں مولف ان کو یوں بیان کرتے ہیں:

۱) جب آپ باطن پر بحث کرتے ہیں اور اس کو اس کے ظاہر پر قیاس کرتے ہیں تو آپ اس کے معنی سے واقف ہو جاتے ہیں۔

۲) ہر آیت پر کسی قوم نے عمل کیا (ظاہر) یا عمل کرے گی (باطن)۔

۳) آیت کا ظاہر اس کے الفاظ ہیں اور باطن اس کی تاویل۔

۴) صحیح قول یہ ہے اللہ نے قرآن میں جو قصے بیان کئے ہیں ان کی ہلاکت کی خبر دی ہے (ظاہر ہے) اور اس میں دوسروں کے لیے پوشیدہ نصیحت، کہ ان جرائم سے باز رہیں جن کے سبب وہ ہلاک ہوئے (باطن) ہے۔

۵) ظاہری آیات وہ ظاہر معنی ہیں جو اہل علم پر ظاہر ہوتے ہیں اور باطن وہ چھپے ہوئے اسرار ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ارباب حقائق کو مطلع فرماتا ہے۔[7]

ان اقوال کو مختصرا بیان کرتے ہوئے مؤلف امام ربانی مجدد الف ثانی کی شرح کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد تفسیر صوفیانہ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ زروق اور لطائف المنن میں شیخ عطاء اللہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صوفیہ کلام اللہ اور حدیث رسول کی جو تفسیر کرتے ہیں وہ اس طرز پر نہیں ہے کہ ظاہر قرآن وحدیث کو اس کے ظاہری مفہوم سے پھیر دیا جائے۔[8]

مؤلف نے قسم کی لغوی وضاحت کرتے ہوئے مخلوقات کے حوالے سے قرآنی قسموں کی نوعیت پر مفکرین کی آراء پیش کی ہیں۔ انہوں نے امام فخر الدین رازی، علامہ ابن قیم، علامہ الطباطبائی، شاہ ولی اللہ، اور امام ابن تیمیہ کے علاوہ کچھ اور مفکرین کے نزدیک اقسام القرآن کی آراء کو بھی نقل کیا ہے۔ ان آرا کو تفصیلا بیان کرنے کے بعد ان کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محققین کے درج بالا اقوال سے قرآنی قسم کی نوعیت کے مختلف پہلو نکھر کر سامنے آ گئے ہیں۔ اگر قرآن کی بیان کردہ قسموں کے لیے ایک اصول بنایا جائے تو قسم بطور استدلال بہترین اصول ہے جس سے ان قسموں پر وارد ہونے والے اعتراضات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور نظم القرآن "کا اسلوب بھی واضح ہو جاتا ہے۔ اگر چہ یہ بات بھی ہے کہ جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے ان میں سے بعض معزز و مکرم ہیں یا عجائبات قدرت میں سے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے کا سبب دلیل و استشہاد ہی معلوم ہوتا ہے۔[9]

مؤلف قرآن میں قسموں کی تعداد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علامہ طنطاوی کی تحقیق کے مطابق قرآن میں چالیس قسمیں ہیں، ان میں سے بیس عالم سفلیات کی اور بیس عالم علویات کی ذکر کرتے ہوئے قرآن کے جملہ اقسام جواب اقسام کے لیے جو سات حروف ہیں ان کو بیان کرتے

[7] Humāyūn ʿAbbās Shams, *ʿUlūm al-Qurʾān*, 79.

[8] Humāyūn ʿAbbās Shams, *ʿUlūm al-Qurʾān*, 81.

[9] Humāyūn ʿAbbās Shams, *ʿUlūm al-Qurʾān*, 98.

ہیں۔ اقسام القرآن کی آخری بحث میں ان سورتوں کے نام کو فہرست کی صورت میں تحریر کرتے جن میں قسمیہ کلمات مذکور ہیں۔ امثال القرآن کا عنوان قائم کرتے ہوئے مؤلف نے لغت میں مثل کے مفہوم کی وضاحت کی ہے اور تشبیہ اور تمثیل میں فرق واضح کیا ہے۔ انہوں نے امثال پر لکھی گئی کتب کے علاوہ علوم القرآن کی جن کتب میں امثال القرآن پر علیحدہ انواع موجود ہیں، ان کے نام درج کئے ہیں۔ قرآنی امثال کی اہمیت مقاصد کو بیان کرتے ہوئے صاحب تصنیف لکھتے ہیں کہ قرآنی امثال ایک پوری تہذیب کی آئینہ دار ہیں جن میں انسان کی عبرت پذیری کا پورا سامان موجود ہے۔ یہ امثال انسان کو موجودات عالم میں پوشیدہ اسرار میں فکر کی دعوت بھی دیتی ہیں تا کہ انسان کار گاہِ حیات میں زمانے کے بدلتے تقاضوں کے مطابق اپنی زندگی کی گزارن کا سامان کرے۔ یہ امثال علم کی دنیا میں تذکر اور تفکر کے اصول کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔[10]

قرآن اور علماء کے اقوال کی روشنی میں امثال بیان کرتے ہوئے مؤلف لکھتے ہیں کہ الامثال بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کا اثر دلوں پر ہوتا ہے جس طرح کسی چیز کا وصف بذات خود اثر انداز نہیں ہوتا۔ امثال کی غرض وغایت خفی کو جلی اور غائب کو موجود سے تشبیہ دینا ہے تا کہ اس کی ماہیت کے سمانے میں تاکید پیدا ہو جائے اور حس عقل کے مطابق ہو جائے۔[11]

امثال القرآن سے فقہی مسائل کے استنباط کا عنوان قائم کرتے ہوئے مؤلف لکھتے ہیں کہ:

> "فقہانے قرآنی آیات کو فقہی احکامات کے حوالے سے احکامی اور غیر احکامی آیات میں تقسیم کیا ہے، نئے پیش آمدہ مسائل کے لیے احکامی اور غیر احکامی آیات پر بھی غور کیا جاتا ہے۔ غیر احکامی آیات میں امثال والی آیات بھی شامل ہے ان سے فقہی احکامات کا استنباط بھی ہو سکتا ہے۔[12]

قرآنی امثال کی خصوصیات کو اجمالاً ذکر کرتے ہوئے صاحب تصنیف بیان کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں مثالوں کا ذکر اعجاز اور بلاغت کے بہترین مظاہر میں سے ہے اور یہ قرآن کے اسلوب کی زیبائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ مؤلف قرآن میں مثال کی آیات کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۃ اور آیات کی توضیح کرتے ہیں اور ان آیات کو بھی درج کرتے ہیں جن میں امثال کیلئے مثل کا لفظ نہیں آیا لیکن مثال بیان کی گئی ہے، اور ڈاکٹر الشرف منصور کی قرآنی امثال کی تفسیر کو بھی بیان کیا ہے۔ امثال القرآن کی اختتامی بحث میں اردو امثال پر قرآن کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے چند مثالوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مولف معاندین قرآن کے اعتراضات کو درج کرتے ہوئے ان کے جوابات قرآنی آیات اور مفسرین کی آراء کی روشنی میں بیان کرتے ہیں جیسے: قرآن اساطیر الاولین ہے: اس اعتراض کو یوں نقل کیا گیا ہے:۔

وَ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا[13]

"(کفار نے کہا) یہ (قرآن کریم) تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں، جنہیں اس شخص نے لکھوا لیا ہے۔"

اس اعتراض کا جواب قرآن نے یہ دیا:

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا[14]

---

[10] Humāyūn ʻAbbās Shams, *'Ulūm al-Qur'ān*, 109.

[11] Humāyūn ʻAbbās Shams, *'Ulūm al-Qur'ān*, 111.

[12] Humāyūn ʻAbbās Shams, *'Ulūm al-Qur'ān*, 113.

[13] Al-Furqān, 25:5.

[14] Al-Furqān, 25:6.

آپ فرمائیے، اس کو اتارا ہے اس خدا نے جو زمین و آسمان کے سارے رازوں کو جانتا ہے۔"

صاحب تصنیف اس جواب کا حاصل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کلام خود اس کا شاہد ہے کہ اس کو نازل کرنے والی ذات پاک حق تعالیٰ کی ہے۔ جو آسمانوں اور زمین کے سب خفیہ رازوں سے واقف باخبر ہے۔ اس لیے قرآن کو کلام معجزہ بنایا اور ساری دنیا کو چیلنج کیا اگر اس کو تم خدا کا کلام نہیں سمجھتے ہو تو تم بھی انسان ہو اس جیسا کلام زیادہ نہیں تو ایک سورت بلکہ ایک آیت ہی بنا کر دکھلا دو۔[15]

مولف کے مطابق، یہ اعتراض دراصل لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرنے کی کوشش تھی۔ قرآن کریم صرف انبیاء کے قصوں پر مشتمل نہیں، بلکہ اس میں اعتقادی تعلیمات، عملی احکام، اور قوانین الہی بھی موجود ہیں۔ دیگر اعتراضات مثلاً قرآن عربی میں کیوں نازل ہوا؟، قرآن کسی رئیس پر نازل کیوں نہ ہوا؟، قرآن تراشا ہوا جھوٹ ہے، سارا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نازل نہ ہوا؟، قرآن کو معاونین کی مدد سے تیار کیا گیا۔ مؤلف نے ان تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب دیا ہے۔

مولف نے امام راغب کے بیان کردہ ان دس علوم کا ذکر کیا ہے جن کا عرفان مفسر کے لیے ضروری ہے:

معرفت الفاظ یعنی علم اللغة، معرفت اشتقاق یعنی علم العرف، معرفت احکام اعراب یعنی علم نحو، معرفت قراءات، معرفت شان نزول اور قصص الانبیاء، قرون ماضیه، معرفت سنن منقوله، معرفت اصول فقه، معرفت علم فقه ، معرفت علم کلام، علوم دهبیه۔[16]

صاحب کتاب متشرقین کے کتاب حکمت پر اعتراضات کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ مستشرقین اسی خاص روحانی کیفیت سے محروم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کتاب حکمت پر اعتراضات کرتے ہیں۔ چند فکری امور جو مفسر کے پیش نظر رہنے چاہئیں، ان امور کو اجمالاً وضع کیا گیا ہے جو استحضار عصر نبوت اور مغربی فکر و فلسفہ کا فہم ہے۔

اس ضمن میں قرآن کی تفسیر کے چند طریقوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو یہ ہیں: تفسیر مفرداتی، تفسیر موضوعی، تفسیر ترتیبی، تفسیر ارتباطی، تفسیر کلی۔ کار تفسیر کا فریضہ انجام دینے کے اعتبار سے تفسیر انفرادی اور تفسیر اجتماعی کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ ان طرق تفاسیر کا تذکرہ کرتے ہوئے ان انداز تفسیر کی نمایاں کتب بھی درج کرتے ہیں۔ مؤلف نے باب دوم علوم القرآن کی انواع کے اختتام پر آداب ختم قرآن کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس میں مولف نے شیخ قسطلانی کے لطائف الاشارات فی علوم الفروات میں قرآن کو ختم کرنے والے لوگوں کے احوال کو نقل کیا ہے۔ مؤلف نے قرآن کو ختم کرنے والے لوگوں کے تین احوال بیان کرتے ہوئے بعض مقامات پر احادیث بھی نقل کی ہیں اور ختم قرآن میں فاتحہ کی قراءت میں وجوہ کی تفصیل سے وضاحت کی ہے۔ انہوں نے ختم قرآن کو فاتحہ سے ملانے، اللہ کی نعمتوں کا استغفار کے ساتھ دفاع کرنے، اور کھانا کھلانے جیسے معمولات کو جمع کرنے پر زور دیا ہے۔

موضوع کے اختتام پر دعائیہ کلمات کے ساتھ کتاب کا اختتام کیا گیا ہے۔

علوم القرآن از ڈاکٹر عثمان احمد

ڈاکٹر عثمان احمد 9 نومبر 1973ء کو جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم فاران ماڈل سکول سے حاصل کی اور گورنمنٹ کالج جھنگ سے ایف ایس سی کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے علوم اسلامیہ میں بی اے اور ایم بی اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔

[15] Humāyūn ʻAbbās Shams, *ʻUlūm al-Qur'ān*, 130.

[16] Humāyūn ʻAbbās Shams, *ʻUlūm al-Qur'ān*, 153.

بعد ازاں ایم اے علوم اسلامی کی ڈگری بھی پنجاب یونیورسٹی سے مکمل کی۔ آپ نے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملائیشیا سے تفسیر کے موضوع پر پی ایچ ڈی اور ترکی کی سوشل سائنس یونیورسٹی انقارہ سے پوسٹ ڈاکٹریٹ کی ڈگری مکمل کی۔ ڈاکٹر عثمان احمد نے پنجاب یونیورسٹی میں بطور رجسٹرار، لیکچرر اور اسسٹنٹ پروفیسر ۲۰۱۵ تک خدمات سرانجام دیں اور اب آپ پنجاب یونیورسٹی میں بطور پروفیسر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے مختلف علمی اور دینی موضوعات پر متعدد کتب تصنیف کی ہیں جن میں علم اصول سیرت، ناخن مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، بیاض مناظر، تخصیصات امہات المومنین، لعاب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، مکاتیب نافع اور مباحث علوم القرآن شامل ہیں۔ آپ کی کتب کو علمی حلقوں میں پذیرائی ملی اور آپ کی دو کتب "علم اصول سیرت" اور "قصوۃ" کو وزیر مذہبی امور کی طرف سے ایوارڈ سے نوازا گیا۔ "مباحث علوم القرآن" ڈاکٹر عثمان احمد کی ایک اہم تصنیف ہے جو آپ نے اپنے استاد ڈاکٹر حافظ محمد عبداللہ کی رہنمائی میں لکھی۔ ڈاکٹر عثمان احمد کی کتاب "علوم القرآن" قرآنی علوم کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی بحث کرتی ہے۔ کتاب میں مؤلف جامع انداز میں امثلہ پیش کرتے ہیں تاکہ موضوع کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ آپ بعض مباحث میں سوال وجواب کا اسلوب اختیار کرتے ہیں اور مختلف آراء کے ساتھ دلائل اور نتائج بھی بیان کرتے ہیں۔ کتاب میں اختلافی مسائل کا تذکرہ اور راجح قول کا تعین بھی کیا گیا ہے۔ موضوعات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولف بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب میں اکثر نئے موضوعات کو شامل کیا ہے۔ ڈاکٹر عثمان احمد اپنی بحث کا آغاز "اسم القرآن" کے موضوع سے کرتے ہیں۔ آپ علوم القرآن کی اصطلاحی تعریف سے پہلے "علم" اور "قرآن" کی معنوی وضاحت کرتے ہیں، جس کا موضوع کے اعتبار سے جاننا ضروری ہے۔ آپ قرآن کو اصل اور مرکز قرار دیتے ہوئے اس کے ذاتی ناموں (القرآن، الفرقان، الکتاب الذکر) کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ خاص طور پر قرآن کے سب سے مشہور ذاتی نام "القرآن" کی توضیح کرتے ہیں اور لفظ "قرآن" کے لغوی معنی پر اہل علم کی آراء پیش کرتے ہیں۔ ان آراء کی وضاحت کرتے ہوئے علم اشتقاق کے مختلف اقوال پر روشنی ڈالتے ہیں اور اس رائے کو بیان کرتے ہیں کہ قرآن کی معنویت تلاوت سے جڑی ہوئی ہے، جس پر قرآنی آیات سے دلائل بھی دیتے ہیں۔ مولف نے علم اشتقاق کے حوالے سے اہل علم (مفسرین وائمہ) کے مختلف اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ اسم قرآن کی آخری بحث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے صفاتیہ اور قرآن کے اسمائے صفاتیہ میں مماثلت بیان کی گئی ہے مثلاً: اللہ تعالی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ [17]

قرآن کو بھی اللہ نے بشیر ونذیر بنایا:

کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ۔ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا [18]

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے اسمائے صفاتیہ (رحمت اور نور) میں مماثلت کو بھی بیان کیا ہے۔ صاحب تصنیف لکھتے ہیں کہ اگرچہ قرآن تعارف وتعریف کا محتاج نہیں، لیکن اس کی عظمت اور امتیازات کو بیان کرنے کے لیے تعریف بیان کی جاتی ہے تاکہ علمی ضرورت پوری ہو۔ آپ تعریف القرآن کے جواز اور عدم جواز پر بحث کرتے ہوئے قائلین اور غیر قائلین کے دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ قرآن کی متعدد تعریفات نقل کرتے ہیں، جن میں اشاعرہ، حنابلہ اور ظواہر کی اختیار کردہ تعریفات شامل ہیں۔ ان تعریفات کی روشنی میں آپ قرآن کو ایسے

[17] Sabā, 34:28.

[18] Fuṣṣilat, 41:3–4.

الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے موجودہ قرآن کی محفوظیت، تشریعی حیثیت واضح ہو جائے۔ مولف قرآن کی معروف تعریف اور اس کے فوائد بیان کرتے ہیں اور آخری بحث میں وحی کے دیگر طریقوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مولف کے نزدیک قرآن کی معروف تعریف یہ ہے:

"یہ اللہ کا کلام ہے جو اعجازی شان کا حامل ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل کیا گیا، مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ونقل میں تواتر ہے اور اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے۔"[19]

اس کے بعد صاحب تصنیف "القرآن لفظاً ومعناً" کے عنوان کے تحت بحث کو پیش کرتے ہوئے تینوں مواقف بیان کرتے ہیں کہ قرآن کا اطلاق صرف اس کے الفاظ پر ہو گا، صرف اس کے معنی پر ہو گا یا دونوں پر بیک وقت ہو گا۔

موقف اول کو بیان کرتے ہوئے مولف "القرآن معناً" کے قائلین کے دلائل پیش کرتے ہیں، جن کے نزدیک قرآن کے الفاظ مقصود نہیں بلکہ ہمیشہ معانی مقصود ہوتے ہیں۔ ان کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ احکامات شرعیہ معانی کا نام ہے یعنی قرآنی نفوص احکامات الہیہ کا مصدر وماخذ ہیں مثلاً قرآن میں "الصلوٰۃ" کا لفظ مذکور ہے۔ لیکن اس کا اطلاق اس مجموعہ اعمال پر ہوتا ہے جس کے لیے یہ لفظ وضع ہوا ہے۔

موقف دوم میں ان لوگوں کا موقف بیان کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن کا اطلاق صرف عربی الفاظ پر ہو گا، ان الفاظ کے معنی پر نہیں۔ ان کے دلائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا قرآنی الفاظ کی تلاوت پر مداومت اور قرآن کا اپنی زبان کو عربی قرار دینا شامل ہے۔

موقف سوم میں اس موقف کو بیان کرتے ہیں کہ قرآن کا اطلاق الفاظ اور معانی دونوں پر بیک وقت ہوتا ہے، کیونکہ الفاظ اور معانی باہم متحد ہوتے ہیں اور دونوں کلام کا لازمی حصہ ہوتے ہیں۔ قرآن وہدایت کا تعلق الفاظ ومعانی کے لزوم کا نام ہے۔[20]

اس کے بعد مؤلف نے لفظ "دلالت" کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے قطعی اور ظنی دلالت کی وضاحت کی ہے۔ اس سلسلے میں تین اہم موقف پیش کیے ہیں۔

پہلا مؤقف یہ ہے کہ جمہور مفسرین وفقہاء کے مطابق قرآن کی بعض نصوص قطعی الدلالہ ہیں اور بعض ظنی الدلالہ۔ اس موقف کے حق میں دلائل بھی پیش کیے ہیں۔

دوسرا مؤقف یہ ہے کہ بعض قدیم مفسرین کے ہاں کثرت تفسیرات وتاویلات کے باعث قرآنی نصوص کی مطلق ظنیت کا تاثر ملتا ہے۔ اس موقف کے دلائل اور علمی نتائج بھی بیان کیے ہیں۔

تیسرا مؤقف ایک شاذ اور جدید موقف ہے جس کے مطابق قرآن کی تمام نصوص قطعی الدلالہ ہیں اور ہر نص کا صرف ایک ہی متعین مفہوم ہے۔ نصوص کی متعدد تاویلات کو شرعاً وعقلاً غلط قرار دیا گیا ہے۔ اس موقف کے دلائل اور علمی وعملی نتائج بھی بیان کیے ہیں۔ بحث کے اختتام پر قرآن کی قطعیت کے نقطہ نظر کو تسلیم کرنے کے نتیجے میں تفسیر قرآن کے بنیادی اصولوں کا تذکرہ کیا ہے۔[21]

---

[19] Aḥmad, ʻUthmān, *Mabāḥith ʻUlūm al-Qur'ān* (Lahore: ʻAks Publishers, 2018), 38.

[20] ʻUthmān Aḥmad, *Mabāḥith ʻUlūm al-Qur'ān*, 60.

[21] ʻUthmān Aḥmad, *Mabāḥith ʻUlūm al-Qur'ān*, 77.

اس کے بعد مؤلف نے اصول تاویل کا عنوان قائم کیا ہے اور تاویل کو کسی لفظ کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر مجازی یا غیر متبادر معنی مراد لینے سے تعبیر کیا ہے۔ تاویل کے اصطلاحی ضوابط پر تحقیق پیش کرتے ہوئے چند اہم اصول بیان کیے ہیں:

اصول اول: کلام میں اصل حمل علی الظاہر ہے۔

اصول دوم: کلام محتمل التاویل ہو۔

اصول سوم: مفعول الیہ معنی پر حمل کرنے کا احتمال امکان موجود ہو۔

اصول چہارم: تاویل کے لیے دلیل صحیح موجود ہو۔[22]

ان اصولوں کی وضاحت میں جمہور ائمہ، فقہاء، محدثین اور مفسرین کے نظریات بیان کیے ہیں اور ان مواقع کا ذکر کیا ہے جہاں تاویل واجب ہوتی ہے۔ مولف نے مشرکین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ قرآن میں تناقض و تضاد کا امکان نہیں۔ جہاں ظاہری تعارض محسوس ہو گا وہاں تاویل و توجیہ لازم ہو گی۔ اس ضمن میں قرآنی آیات کی روشنی میں امثلہ بھی پیش کی ہیں، جیسے کہ اگر کسی آیت کا ظاہری معنی شرعی مسلمات یا تجربے و مشاہدے کے خلاف ہو تو تاویل کی جائے گی۔ تاویل کے بعد مؤلف نے ضرورت القرآن کے موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے مطابق انسانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں درست و غلط کی شناخت کے لیے ایک بالاتر علم کی ضرورت ہے جو شک و شبہ، غلطی اور تضاد سے پاک ہو۔ ایسا محفوظ ذریعہ علم صرف وحی ہے۔ صدیوں سے موجود تعلیمی نظام اور قوانین کا تذکرہ کرنے کے بعد حواس کے مقام استدلال کو بیان کیا ہے کہ حسی معلومات ناقص ہوتی ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حس کی عطا کردہ معلومات ہی حتمی ہوتی ہے تو صداقت کی معروضیت ختم ہو جائے گی اور خارج میں خیر، اچھائی یا نیکی نہیں مانی جاسکے گی۔ جس کو جو محسوس ہو گا وہی اچھا ہو گا۔ اس تناظر میں مؤلف افلاطون نے سوفسطائیہ کے فلسفی پروٹاگورس کی تردید جس داخلی تناقض کے اصول استدلال کے ساتھ کی وہ نقل کرتے ہیں۔ وحی کی ضرورت و حقانیت کو قرآن کی ضرورت و حقانیت سے منسلک کرتے ہوئے تاریخی، اخبار غیبی، تخلیقی اور اعجازی دلائل سے اس کا اثبات کیا ہے۔[23]

مؤلف کے مطابق وحی (یہودیت، نصرانیت، اسلام) میں توحید کا اثبات مشترک ہے اور اللہ کی آخری وحی قرآن ہے۔ مؤلف موضوع قرآن کا عنوان قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کا موضوع ہدایت انسانی ہے۔ یہ ہدایت اصولی، اجمالی اور تفصیلی طور پر قرآن میں بیان ہوئی ہے۔ سورۃ الفاتحہ کو اس ربانی تحفے کا دعائیہ اسلوب میں بیان قرار دیتے ہیں۔ مؤلف کے مطابق ہدایت قرآن کی خاص اصطلاح ہے جس کے معنی بھی قرآن نے خود مختلف طریقوں سے متعین کیے ہیں، جن میں ظاہری و باطنی صالح اعمال کا تذکرہ، ہدایت دشمنی اور گمراہی کے معتقدات و اعمال کی تصریح، ہدایت یافتہ مثالی شخصیات و اقوام کا بطور نمونہ پیش کرنا اور گمراہ معذب افراد و اقوام کے افکار و اعمال کا تفصیلی ذکر شامل ہے۔[24]

مؤلف نے ان طریقوں کی وضاحت قرآنی آیات کے تناظر میں کی ہے۔ اس کے بعد مؤلف تفسیر کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تفسیر کی دو بنیادی اقسام (تفسیر بالمأثور اور تفسیر بالرائے) ہیں۔ یہ تقسیم عہد رسالت و صحابہ میں موجود نہیں تھی۔ تفسیر بالرائے میں مفسر کی رائے اور اجتہاد شامل ہوتا ہے، لیکن مؤلف سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا تفسیر بالمأثور میں رائے کا عمل دخل نہیں ہوتا؟ وہ حدیث کے متن میں محدث کے اجتہاد

---

[22] ‘Uthmān Aḥmad, *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*, 80.

[23] ‘Uthmān Aḥmad, *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*, 90.

[24] ‘Uthmān Aḥmad, *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*, 113.

کی مثال دیتے ہیں۔ مؤلف کے مطابق ایک آیت کی متعدد تفاسیر بیان کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا طریقہ نہیں۔ امام غزالی کی احیاء العلوم میں تفسیر بالرائے پر بحث کا نتیجہ بیان کرتے ہیں۔ نیز تفسیر بالماثور اور بالرائے کے باطل اندازوں کو بیان کیا ہے جو یہ ہیں: غیر مدلول کو آیت کا مدلول ثابت کرنا، غیر محمول پر محمول کرنا، غیر واقعی معانی سے تفسیر بالجزم کرنا، غیر ثابت سے تکلف کو ثابت کرنا، مسلمہ عقائد یا ضرورت دین کے خلاف قول اختیار کرنا، سیاق وسباق سے صرف نظر کرنا اور قواعد عربیہ کے خلاف تفسیر کرنا۔[25]

مؤلف نے "علوم القرآن" کی اصطلاحی تعریف بیان کرنے سے قبل لفظ "علم" کی لغوی ولسانی تفہیم اور اصطلاحی تعریف کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے مطابق قدیم علماء نے علوم القرآن کی کوئی اصطلاحی تعریف نہیں کی، یہاں تک کہ علامہ زرکشی اور علامہ سیوطی کی کتب میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ تاہم، عصر حاضر کے علماء نے اپنے اپنے انداز میں اس کی تعریف کی ہے۔ مصنف نے ڈاکٹر فاروق حمادۃ عبد اسلام الکلفانی، ڈاکٹر حسن ضیاء الدین عتر اور دیگر کی تعریفات بیان کرنے کے بعد ڈاکٹر حافظ عبد اللہ کی تعریف کو جامع قرار دیا ہے جو یہ ہے:

> علوم تتصل بالقرآن الكريم لغاية حفاظته من ثلاثة نواح، الفاظ القرآن، معانی القرآن و نقوش القران ويمكن كل واحد من المباحث علما مستقلا معمرا [26]
>
> "وہ کلی مباحث جن کا قرآن مجید سے تین جہات سے تعلق ہوتا ہے اور ان علوم کی غرض وغایت حفاظت قرآن ہوتی ہے۔ یہ علوم یا تو الفاظ قرآن سے متعلق ہوتے ہیں یا معانی سے یا الفاظ کے تحریری نقوش سے اور ان میں سے ہر بحث ایک مستقل علم کی حیثیت سے بھی قائم ہو سکتی ہے۔

مؤلف اس تعریف کو جامع قرار دیتے ہیں کیونکہ اس میں علوم القرآن کی تین جہات کا تعین کیا گیا ہے اور تمام متعلقہ علوم ان تین اطراف سے شامل ہو جاتے ہیں۔ الفاظ القرآن سے منسلک علوم میں علم التجوید اور علم القراءات شامل ہیں۔ علوم القرآن اور تفسیر قرآن کے مابین فرق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مؤلف نے دلالت القرآن کی اصطلاحی تعریف بیان کی ہے۔ قدیم علماء کی اکثریت نے اس کی تعریف بیان نہیں کی، صرف امثلہ دینے کا ذکر ہے۔ علامہ زرکشی کے الفاظ میں دلالۃ الاقرآن کی وضاحت کرنے کے بعد حجیت اور عدم حجیت کے قائلین (امام ابو یوسف الحنفی، اسماعیل بن یحیی المزنی الشافعی، بعض مالکیہ) کے دلائل کا تذکرہ کیا ہے۔ امام ابن قیم کی رائے میں دلالۃ الاقرآن کی اقسام (**الدلالة القوية، الدلالة الضعيفة، الدلالة الفساوية**) بیان کی ہیں۔ نیز دلالۃ القرآن سے مولف تفسیر قرآن کی چند امثلہ کو تفصیلا بیان کرتے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں (شراب کے نجس نہ ہونے پر استدلال، گھوڑوں کے گوشت کی حرمت پر استدلال، گھوڑوں پر عدم وجوب زکوۃ کا استنباط، بچے کے مال پر عدم وجوب زکوۃ، عمرہ کے وجوب پر استدلال، صلوٰۃ الوسطیٰ کی تعیین، قربانی کا گوشت کھانے کا وجوب)۔[27]

دلالۃ الاقرآن سے تفسیر قرآن کی امثلہ دیتے ہوئے قرآن میں مذکور آیات کا تزکرہ کیا ہے اور امثلہ کو واضح کرنے کیلئے متقدمین اور متاخرین کے اقوال کو بھی نقل کیا ہے۔ اس کے بعد مؤلف نے قرآن کی سائنسی تعبیرات و تشریحات کا عنوان قائم کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے علم و فہم قرآن پر عقلیت پرستوں کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ نیز علامہ مشرقی کے نظریہ بقائے اصلح کی توضیح کی ہے۔ قرآن کا نظریہ علم اور جدید سائنس کا

---

[25] ‘Uthmān Aḥmad, *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*, 126.

[26] ‘Uthmān Aḥmad, *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*, 136.

[27] ‘Uthmān Aḥmad, *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*, 150.

نظریہ علم کس طرح سے ایک دوسرے کے متناقض و متغائر ہیں ان سوالات کو قرآنی آیات کی روشنی میں تفصیلا بیان کیا ہے۔ مولانا انور شاہ کشمیری کے بارے میں مولانا مناظر احسن گیلانی کا تبصرہ نقل کیا ہے۔ سائنس کے تصور علم کے نکات امثلہ کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ دینی احکامات کی سائنسی حکمتیں بیان کرتے وقت ملحوظ رکھے جانے والے اصولوں کی فہرست دی ہے۔[28] قرآنی احکامات کی سائنسی تشریح کے نام پر پیش کیے جانے والے غیر سائنسی نکات کی تفصیل بیان کی ہے۔ سائنس کی تعریف اور فائن مین کے افکار کا تذکرہ کرنے کے بعد برصغیر میں سائنسی تعبیر کے آغاز وارتقاء (کرامت علی جونپوری اور سرسید احمد خان کے نظریات) پر روشنی ڈالی ہے۔ نسخ القرآن کی بحث میں مولف نے لغوی اعتبار سے نسخ کے معنی (نقل و تحویل، ابطال، ازالہ) بیان کرنے کے بعد متقدمین کے ہاں نسخ کی اصطلاح اور اس کے استعمال کی امثلہ (مطلق کی تقیید پر نسخ کا اطلاق، استثناء پر نسخ کا اطلاق، توضیح و تبیین پر نسخ کا اطلاق، تخصیص پر نسخ کا اطلاق) ذکر کی ہیں۔[29]

شاہ ولی اللہ کے الفوز الکبیر کے حوالے سے متقدمین کے ہاں نسخ کی صورتیں بیان کی ہیں۔ متاخرین، حنفیہ اور متکلمین کے ہاں نسخ کی اصطلاحی تعریف بیان کی گئی ہے۔ نسخ کی دو اقسام (باعتبار بدل وعدم بدل اور باعتبار حکم وتلاوت) قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کی ہیں۔ علماء کے ایک بڑے گروہ کی قرآن میں منسوخ آیات کی عدم موجودگی کے موقف اور اس کے دلائل (قرآن وحدیث میں عدم تصریح، متعارض روایات، اختلافات تصریفات واصول) کو بیان کیا ہے۔ آخر میں منسوخ آیات کی عدم موجودگی میں برصغیر کے علماء کا موقف اور نسخ فی القرآن پر اجماع کے دعوے کا جائزہ لیا ہے۔ علم المناسبات کی لغوی و اصطلاحی تفہیم اور آغاز و تطور کو بیان کرنے کے بعد علم المناسبات سے متعلق علماء کے تین مواقف و استدلالات بیان کیے ہیں:

اول: قائلین لزوم ربط ومناسبت آیات وسورۃ دوم: غیر قائلین لزوم ووقوع ربط مناسبت آیات وسورۃ سوم: غیر قائلین لزوم وربط، قائلین وقوع ربط مفسرین کی بیان کردہ مناسبات کی اقسام (داخلی وخارجی) اور وجوہ مناسبات (تنظیر، انتقال، مفادۃ، الاسطراد) کو قرآنی آیات کی روشنی میں واضح کیا ہے۔[30]

اس کے بعد مؤلف نے فراہی مکتب فکر اور عمود سورت کے عنوان پر تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے۔ مولانا حمید الدین فراہی اور مولانا امین احسن اصلاحی کے تبصرے نقل کیے ہیں۔ دونوں علماء کے نزدیک نظم قرآن کا اصطلاحی نام "عمود" ہے اور امت کا تفسیری اختلاف نظم قرآن کو مد نظر نہ رکھنے کے سبب ہے۔ نیز مولانا فراہی اور مولانا اصلاحی کے مابین اختلاف رائے کو امثلہ سے واضح کیا ہے اور اس اختلاف کے بارے میں مصنف نے اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔[31]

صاحب تصنیف نے علم الاعتبار کا عنوان قائم کرنے کے بعد علم الاعتبار کی لغوی تحقیق کو قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا ہے اور اصطلاحی تعریف کو بیان کرنے کے بعد اس سے ماحاصل نکات کو بھی بیان کیا ہے۔ بعد ازاں اس کے درست ہونے کی شرائط اور جواز میں علماء کے شرعی دلائل نقل کیے ہیں۔ علم الاعتبار کا کنایہ، مجاز، اشارۃ النص اور قیاس کے مابین فرق کو تفصیلا بیان کیا ہے۔ قرآن سے علم الاعتبار کے چار جہات سے

---

[28] ‘Uthmān Aḥmad, *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*, 174.

[29] ‘Uthmān Aḥmad, *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*, 188.

[30] ‘Uthmān Aḥmad, *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*, 239.

[31] ‘Uthmān Aḥmad, *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*, 250.

تعلق (بیان معانی قرآن المعروف بہ تفسیر اشاری، تعبیر خواب، رقبہ ووظائف، تفاول و استخارہ) کو آیات اور علماء کی آراء کے ساتھ بیان کیا ہے۔[32]

اس کے بعد مولف نے وجوہ نظائر کی لغوی اور اصطلاحی تفہیم بیان کی ہے۔ قدیم علماء کی کتب کے مطالعے سے وجوہ نظائر کی اصطلاحی تعریف کے جو دو مواقف سامنے آتے ہیں ان میں سے ابن جوزی کے موقف کو راجح قرار دیا ہے۔ قرآن میں متعدد وجوہ الفاظ مع نظائر کی امثلہ پیش کی ہیں۔ علم وجوہ نظائر کے تفسیری اثرات اور تفسیر میں تنوع کی وضاحت کی ہے۔ تفسیر تنوع کو امثلہ سے واضح کرنے کے بعد متعدد وجوہ والے الفاظ کے معنوی تعین میں اختلاف کے باعث فقہی مسائل میں جو توسیع پیدا ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن میں نکاح کا لفظ دو وجوہ پر استعمال ہوتا ہے ان وجوہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ نیز تفسیر قرآن بالقرآن کا عنوان قائم کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اگر کہا جائے تفسیر قرآن بالقرآن اور علم وجوہ نظاہر باہم لازم وملزوم ہیں تو کوئی مبالغہ نہیں۔[33]

علم وجوہ نظائر کی آخری بحث میں مسائل کلامیہ میں اختلاف اور مختلف مکاتب فکر (اہل ظواہر، حنابلہ) کی طرف سے متعدد الوجوہ الفاظ کی تعبیرات کی مثالوں سے وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے بعد مؤلف نے وقف اور ابتدا کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کی ہے۔ علم وقف و ابتدا اور علم تجوید کے مابین فرق کو واضح کیا ہے۔ علم وقف و ابتدا پر تحریر شدہ تصانیف کا تذکرہ کیا ہے۔ وقف و ابتدا اور تفسیر قرآن کے باہمی تعلق اور وقف و ابتدا کے اختلاف کی وجہ سے فقہی مسائل میں جو اختلاف پیدا ہوا اس کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وقف و ابتدا کی غلطی سے کلام الہٰی میں پیدا ہونے والی تین طرح کی خطا و فساد کی صورتیں (عربیت کے قواعد وضوابط کے حوالے سے کلام کا غلط ہو جانا، معنوی لحاظ سے کلام غلط ہو جانا، معنوی لحاظ سے کلام کا قبیح اور باطل ہو جانا) قرآنی آیات کے تناظر میں بیان کی ہیں۔[34]

صاحب تصنیف آخری باب میں تقدیم و تاخیر کی تعریف بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ کتب علوم القرآن میں علم التقدیم والتاخیر فی القرآن ایک نوع کے طور پر موجود ہے جس میں اس کی معنوی جہات، نتائج اور مباحث و مسائل بیان کیے ہیں۔ تقدیم و تاخیر سے قرآن میں پیدا ہونے والے تنوع کی امثلہ پیش کی ہیں۔ مسائل فقہ میں دلالت تقدیم و تاخیر کے باعث اختلاف کے نظائر اور علماء کی آراء کا تذکرہ کیا ہے اور مسائل فیہ کے وجوب اور عدم وجوب کا تذکرہ کیا ہے۔ آخری بحث میں تقدیم و تاخیر سے قرأت قرآنیہ میں جو وجوہ پیدا ہوتی ہیں ان وجوہ کو بیان کرتے ہوئے قرآنی آیات اور مختلف اقوال کو نقل کیا ہے۔[35]

علوم القرآن از ڈاکٹر فاروق حیدر

ڈاکٹر محمد فاروق حیدر اپریل 1977ء میں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حافظ غلام محمد تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سرگودھا سے حاصل کی اور 1997ء میں پنجاب یونیورسٹی سے اسلامیات میں بی ایس آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں بھی شیخ زید اسلامک سینٹر سے مکمل کیں۔ آپ کے پی ایچ ڈی کا موضوع "ابن جوزی کی علوم القرآن پر مصنفات کا تحقیقی جائزہ" تھا۔ 2023ء میں آپ نے ترکی کی سوشل سائنس یونیورسٹی انقرہ سے "A Critical Study of Farahi" کے موضوع پر پوسٹ ڈاکٹریٹ کی

[32] ʻUthmān Aḥmad, *Mabāḥith ʻUlūm al-Qur'ān*, 266.

[33] ʻUthmān Aḥmad, *Mabāḥith ʻUlūm al-Qur'ān*, 280.

[34] ʻUthmān Aḥmad, *Mabāḥith ʻUlūm al-Qur'ān*, 296.

[35] ʻUthmān Aḥmad, *Mabāḥith ʻUlūm al-Qur'ān*, 321.

ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر فاروق حیدر نے 2002ء میں جی سی یونیورسٹی میں بطور لیکچرار تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ آپ اسسٹنٹ پروفیسر اور ایسوسی ایٹ پروفیسر کے طور پر بھی خدمات انجام دے چکے ہیں اور فی الوقت جی سی یونیورسٹی میں ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ آپ کا خاص تحقیقی شعبہ علوم القرآن ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے "علوم القرآن" کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ آپ نے قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں، سیمیناروں اور ورکشاپس میں بھی شرکت کی اور طلباء کی رہنمائی میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے بہت سے شاگرد آج مختلف اداروں میں لیکچرار کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ کتاب کا آغاز ایک جامع مقدمہ سے ہوتا ہے جس میں مؤلف نے علوم القرآن کا مفہوم، تعارف اور اس کی اصطلاحی تعریفات بیان کی ہیں۔ اصول تفسیر کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن کے علوم کی باقاعدہ تدوین کے آغاز کا ذکر کیا ہے اور آخر میں اپنے استاد محترم حافظ عبد اللہ کا شکریہ ادا کیا ہے جو اس کتاب کی تالیف کا سبب اور محرک تھے۔ مؤلف نے کتاب کے عناوین کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، جس کا پہلا حصہ "تاریخ علوم القرآن" کہلاتا ہے۔ مولف نے تاریخ علوم القرآن کے تناظر میں عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور علوم القرآن کے عنوان سے گفتگو کا آغاز کیا ہے۔ متقدمین سے منقول سنت کی تعریفات اور قرآن و سنت میں فرق کو واضح کرنے کیلئے علامہ سیوطی نے علامہ جوہی کی جو عبارت نقل کی اس کا مفہوم بیان کیا ہے۔ نزول قرآن کا آغاز، پہلی وحی اور اس سے متعلق معلومات کو نکات میں واضح کیا ہے۔ سبع احرف علوم القرآن کی ایک اہم بحث ہے جس میں حضرت عمر فاروق اور حضرت ہشام بن حکیم کے درمیان قراءت کے اختلاف کی روایت بیان کی ہے۔ مؤلف لکھتے ہیں کہ علم قرأت کا آغاز بھی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوا۔[36]

اس کے بعد مولف نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع قرآن کی دو بنیادی صورتوں کا ذکر کیا ہے۔ جمع قرآن بمعنی حفظ کو بیان کرتے ہوئے ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایات نقل کی ہیں اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حفاظ صحابہ کرام، مہاجرین، انصار اور ازواج مطہرات کا تذکرہ کیا ہے۔ جمع قرآن بمعنی کتابت فی السطور کی وضاحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ عہد رسالت میں پورا قرآن لکھا جا چکا تھا اور متفرق ٹکڑوں میں موجود تھا۔ نیز مشہور کاتبین وحی کے اسماء بھی درج کیے ہیں۔ ترتیب آیات کا عنوان قائم کرتے ہوئے مؤلف نے بیان کیا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی قرآن کو توقیفی ترتیب کے مطابق جمع کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول روایات نقل کی ہیں۔ بحث کے آخری عنوان تفسیر قرآن میں مؤلف لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو الفاظ قرآن کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ اس کے معانی و مفاہیم سے بھی آگاہ کرتے تھے جو من جانب اللہ ہوتے تھے۔ اس دور میں علوم القرآن کی مباحث فن کی شکل میں موجود نہیں تھیں بلکہ بعد کے ادوار میں باقاعدہ علوم و فنون کی شکل اختیار کی۔ عہد رسالت میں علوم القرآن زبانی طور پر اخذ و روایت کیے جاتے رہے۔ عہد صحابہ، تابعین اور علوم القرآن کے عنوان میں مؤلف لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام اہل زبان ہونے کی وجہ سے قرآن کے اسلوب و ظواہر سے واقف تھے اور جہاں مشکل پیش آتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضاحت فرما دیتے۔ عہد صحابہ میں جمع قرآن کے بارے میں مؤلف بیان کرتے ہیں کہ اس دور میں قرآن کو دو مرتبہ جمع کیا گیا، پہلی مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اور دوسری مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک مصحف پر۔ نیز تفسیر قرآن کے ضمن میں صحابہ کرام علوم القرآن کی وضاحت فرماتے

[36] Ḥaidar, Muḥammad Fārūq, *‘Ulūm al-Qur’ān* (Lahore: Kitāb Sarāy Publishers, 2017), 32.

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ غریب الفاظ کی وضاحت میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ اسی طرح ناسخ و منسوخ اور اسباب نزول وغیرہ۔ لیکن اس دور میں علوم القرآن کی باقاعدہ تدوین نہ ہوئی بلکہ زبانی اخذ و روایت کا سلسلہ جاری رہا۔[37]

عہد تابعین میں علوم القرآن کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف لکھتے ہیں کہ اس دور میں بھی علوم القرآن کی باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی، البتہ تفسیر کے ساتھ ساتھ اسباب نزول اور غریب القرآن وغیرہ پر کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس دور کو علوم القرآن کی تدوین کی تمہید کہا جا سکتا ہے۔[38]

اس کے بعد عہد تدوین اور علوم القرآن کا عنوان قائم کرتے ہوئے مؤلف نے چھٹی صدی ہجری تک علوم القرآن پر ہونے والے کام کا تین مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے۔ حروف تہجی کی ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے علوم القرآن کے مختلف موضوعات (اختلاف مصاحف، اسباب نزول، اعجاز القرآن، اعراب قرآن و معانی قرآن، اقسام القرآن، امثال القرآن، غریب القرآن، عدد آیات و سورۃ، فضائل قرآن، قراءت، متشابہ قرآن، مشکل قرآن، ناسخ و منسوخ) کے تحت زمانی اعتبار سے لکھی گئی کتب اور ان کے مصنفین کے نام درج کیے ہیں۔ اس کے بعد ان مفسرین کا مختصر تعارف پیش کیا ہے جنہوں نے اپنی تفاسیر کے مقدمات میں علوم القرآن سے متعلق تفسیری اصول بیان کیے ہیں۔ اس ضمن میں **مقدمه تفسیر جامع البیان عن تاویل آی القرآن** (ابن جریر)، مقدمہ کتاب المبانی، **مقدمه ابن عطیه اور آخر میں مقدمه التفسیر** (امام راغب اصفہانی) میں بیان کردہ علوم القرآن کے بنیادی عناوین کی فہرست پیش کی ہے۔ جن میں قرآن مجید کی نزولی ترتیب، جمع مصاحف کی کیفیت و اسباب، قرآن مجید کی توقیفی ترتیب، قرآن کا ہر قسم کی کمی بیشی سے محفوظ ہونا، اختلاف مصاحف و قراءت کی کیفیت، اختلاف قراءت، تفسیر و تاویل اور محکم و متشابہ، تفسیر قرآن کے جواز و عدم جواز کی بحث، قرآن کا سات حروف پر نازل ہونا، نزول کتاب، اجزائے قرآن اور آیات، کلمات و حروف کی تعداد شامل ہیں۔[39]

مؤلف بتاتے ہیں کہ علوم القرآن کی باقاعدہ اصطلاح پہلی بار امام شافعی نے استعمال کی۔ اس کے بعد علوم القرآن کے عنوان سے ملنے والی مستقل کتب کا تاریخی ادوار کے حوالے سے تعارف درج کیا ہے۔ اس عنوان سے ملنے والی اہم کتب میں الحاوی فی علوم القرآن، عجائب علوم القرآن، المختزن فی علوم القرآن، الاستغناء فی علوم القرآن، فنون الافنان فی عیون علوم القرآن وغیرہ شامل ہیں۔ عصر حاضر اور علوم القران کا عنوان قائم کرتے ہوئے مؤلف نے بیسویں اور اکیسویں صدی میں علوم القرآن پر لکھی جانے والی کثیر تعداد میں عربی اور اردو کتب کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ بعد ازاں ان کتب کے مواد کو زیادہ بہتر اور مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے، جن میں اہم یہ ہیں: مناہل العرفان فی علوم القرآن، مباحث فی علوم القرآن، ھدی الفرقان فی علوم القرآن، اور اردو کتب میں البیان فی علوم القرآن، منازل العرفان فی علوم القرآن وغیرہ شامل ہیں۔[40]

حصہ اول کے آخر میں مؤلف علوم القرآن کی بنیادی اور اہم کتابوں کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں جن میں فنون الافنان فی عیون علوم القرآن، البرہان فی علوم القرآن، الاتقان فی علوم القرآن، الزیادۃ الاحسان فی علوم القرآن شامل ہیں۔[41]

---

[37] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 46.

[38] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 51.

[39] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 72.

[40] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 79.

[41] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 82.

حصہ اول میں تاریخ علوم القرآن پر تفصیلی بحث کے بعد، کتاب کا دوسرا حصہ "مباحث علوم القرآن" شروع ہوتا ہے، جس میں ہر موضوع کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ نزول قرآن علوم القرآن کی ابتدائی اور اہم ترین مباحث میں سے ہے۔ اس میں مؤلف نے انزال و تنزیل کے معنی اور ان کے درمیان فرق کو آیات کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن کے نزول کے متعلق تین مشہور اقوال بیان کیے ہیں:

۱۔ قرآن مجید کے نزول کا آغاز لیلۃ القدر میں ہوا۔

۲۔ قرآن مجید کا نزول لیلۃ القدر میں یکبارگی ہوا۔

۳۔ قرآن مجید کا نزول بیس سال کی بیس راتوں میں ہوا۔[42]

مؤلف اس رائج قول پر بحث کرتے ہیں کہ قرآن لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوا اور پھر تیئیس سال کے عرصے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا۔ نزول قرآن کے دو مراحل بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ قرآن مجید کا پہلا نزول لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ۲۔ قرآن مجید کا دوسرا نزول آسمان دنیا سے قلب اطہر پر۔[43]

مولف نے ان دو مراحل کو قرآنی آیات اور آثار و روایات کی روشنی میں واضح کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد ان دو قسم کے نزول کے پوشیدہ اسرار و حکم کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور مفسرین کی قرآن کے متفرق نزول کے بارے میں آراء نقل کی ہیں۔ نزول قرآن کے موضوع کی آخری بحث میں سب سے پہلے اور آخر میں نازل ہونے والی آیات کا ذکر کیا ہے اور اس بارے میں مختلف اقوال اور صحیح بخاری و مسلم کی روایات بیان کی ہیں۔ مؤلف ان آیات سے متعلق اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر راوی نے اپنی معلومات کے مطابق خبر دی ہے پھر ان کے سامنے آخر میں نازل ہونے والی جن آیات کا ذکر ہوا انہوں نے ان آیات کو ہی اخری بتایا۔[44]

نزول قرآن کے بعد مؤلف نے اسباب نزول کا عنوان قائم کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اگرچہ ہر آیت کا کوئی خاص پس منظر ہو سکتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام آیات کسی سبب کے بغیر نازل ہوئیں۔ قرآن کا مجموعی سبب نزول دراصل انسان کی ہدایت ہے۔ اس تناظر میں انہوں نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے جس میں انہوں نے عام مفسرین کے ہر آیت کو کسی قصے سے جوڑنے کے عمل پر تنقید کی ہے اور قرآن کے نزول کے اصل مقصد کو نفس انسانی کی تہذیب، باطل عقائد کی تردید اور فاسد اعمال کی اصلاح قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق آیات مباحثہ باطل عقائد کے رد میں، آیات احکام فاسد اعمال کی اصلاح کے لیے اور آیات تذکیر لوگوں کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے نازل ہوئیں۔ جزئی واقعات کا بیان بذات خود مقصود نہیں بلکہ بعض آیات میں ان واقعات کی طرف اشارہ اس لیے کیا گیا ہے تاکہ سننے والے کے دل میں انتظار کی کیفیت پیدا ہو اور وہ توجہ سے واقعہ کی تفصیل سنیں۔[45]

مؤلف نے قرآنی آیات کی روشنی میں سبب نزول کی اہمیت و فوائد بیان کیے ہیں اور اس سلسلے میں روایات نقل کی ہیں۔ آیات قرآنیہ کے اسباب کو جاننے کے طریق کار پر روشنی ڈالتے ہوئے منقولات کی جانچ پڑتال اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی روایات کی قبولیت کی شرائط کا ذکر بھی کیا ہے۔

---

[42] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 132.

[43] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 135.

[44] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 150.

[45] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 151.

اس کے بعد مؤلف نے اس بات پر بحث کی ہے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہو گا یا سبب کے خاص ہونے کا۔ اس اختلاف میں جمہور فقہاء، اصولیین، مفسرین اور دیگر علماء کے نزدیک معتمد قول بیان کرتے ہوئے ایسی روایات درج کی ہیں جن میں خاص سبب کی بجائے عموم کا اعتبار کیے جانے کے شواہد ملتے ہیں۔ ایک آیت کے مختلف اسباب نزول اور ان میں ترجیح و تطبیق کے حوالے سے مؤلف تحریر کرتے ہیں کہ اگر ایک ہی آیت کے نزول کے متعدد واضح اسباب پر دلالت کرنے والی روایات موجود ہوں تو ان کے درمیان ترجیح یا تطبیق کا اصول اپنانا ہو گا۔ ان روایات میں بننے والی مختلف صورتوں کی مثالوں کی مدد سے وضاحت کی گئ ہے۔ اسباب نزول کی اختتامی بحث میں اس صورت کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں ایک ہی آیت کے نزول کے مختلف اسباب بیان کیے گئے ہوں۔ آخر میں، قرآن فہمی میں آیات کے سبب نزول کی اہمیت کے پیش نظر مختلف آیات سے متعلق شان نزول کی روایات پر لکھی گئی اہم کتب کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد مکی اور مدنی آیات و سورۃ کا بیان ہے کہ مکی سورتیں کون سی ہیں اور مدنی سورتیں کون سی ہیں۔ اس بارے میں مکی اور مدنی سورتوں کی تعیین کے حوالے سے تین اقوال نقل کیے ہیں۔ مکی و مدنی کی معرفت کی اہمیت و فوائد بیان کرتے ہوئے ابو القاسم نیشاپوری کا مفصل قول نقل کیا ہے۔ مکی و مدنی کی پہچان کے طریقوں پر روشنی ڈالتے ہوئے مؤلف واضح کرتے ہیں کہ اس حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی قول ہے نہ کوئی نص موجود ہے۔ نیز مؤلف نے مکی اور مدنی سورتوں کے ضوابط کو فہرست کی صورت میں بیان کیا ہے اور ان کی تعداد میں موجود روایات کے اختلاف کا ذکر کیا ہے۔[46]

سبع احرف علوم القرآن کی ایک انتہائی اہم، مشکل اور اختلافی بحث ہے۔ مؤلف اس بحث کو سمجھنے کے لیے ضروری پہلوؤں کا اختصار سے جائزہ لیتے ہیں۔ مؤلف بیان کرتے ہیں کہ سبع احرف پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تواتر کے ساتھ روایات منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا۔ ان احادیث سے واضح ہونے والے اہم نکات درج کیے ہیں، جن میں یہ بات شامل ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان قرآن کے معانی، تفسیر یا احکام میں اختلاف نہیں تھا بلکہ اختلاف قرآن کے الفاظ اور ان کے طرز ادائیگی میں تھا۔ نیز سات حروف پر قرآن مجید کا نزول امت کی آسانی اور سہولت کی غرض سے تھا۔[47]

سبعہ احرف کے معنی و مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے مؤلف نے مختلف اختلافی اقوال بیان کیے ہیں۔ علماء کی اکثریت کے نزدیک اس سے مراد عرب کی سات لغات ہیں۔ اس موقف کے حامل علماء میں ابو عبیدہ قاسم بن سلام، ابن جریر طبری اور امام طحاوی کی رائے نقل کی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سبعہ احرف سے مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں ہیں۔ مؤلف اس قول کے حامل چند علماء (امام مالک، ابن قتیبہ، امام ابو الفضل رازی، امام ابن جزری) کے موقف بیان کیے ہیں۔ ان تمام اقوال میں سے مؤلف نے امام ابو الفضل رازی کے قول کو راجح قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں دلائل بھی پیش کیے ہیں۔ مصاحف عثمانیہ میں سبعہ احرف کی موجودگی کے بارے میں مختلف آراء نقل کی ہیں اور رائج قول یہ بیان کیا ہے کہ ساتوں حروف میں سے وہ سب مصاحف عثمانیہ میں موجود ہیں جو رسم کے مطابق ہیں اور عرضہ اخیرہ کے جامع ہیں۔ اس کے بعد مؤلف رسم مصحف کو علوم القرآن کا ایک مستقل موضوع قرار دیتے ہوئے اس کی بحث کو مختلف عنوانات میں تقسیم کر کے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ رسم اور رسم مصحف کی متعدد تعریفات (علامہ زرقانی، علامہ فرماوی، ڈاکٹر ابو شیبہ) نقل کرتے ہیں اور رسم مصحف کے مترادف الفاظ بیان کرنے کے بعد رسم مصحف اور رسم قیاسی کا فرق واضح کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مؤلف نے رسم مصحف کے قواعد (قواعد ستہ) کو قرآنی آیات کی روشنی

46 Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 175.

47 Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 231.

میں مثالوں کے ذریعے واضح کیا ہے۔ نیز علماء کے اس اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کا رسم توقیفی ہے یا غیر توقیفی، اور دونوں اقوال مع دلائل بیان کیے ہیں۔ رسم مصحف کی ایک اہم بحث یہ ہے کہ رسم عثمانی کا التزام واجب ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کے تین اختلافی اقوال نقل کیے ہیں اور راجح قول یہ بیان کیا ہے کہ رسم عثمانی کا التزام واجب ہے اور جمہور علماء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[48]

آخر میں مؤلف نے اس موضوع پر مختلف ادوار میں لکھی گئی چند معروف کتب کے نام مع مصنفین ذکر کیے ہیں۔ مؤلف نے ناسخ و منسوخ کی بحث کا عنوان قائم کرتے ہوئے نسخ کی تعریفات بیان کی ہیں۔ نسخ اور بدا کے درمیان فرق واضح کیا ہے اور قرآن میں نسخ کے بارے میں متقدمین و متاخرین کے نقطہ نظر کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔ مؤلف لکھتے ہیں کہ جواز نسخ پر جمہور کا اتفاق ہے اور دلیل کیلئے قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَاۗ-اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [49]

ترجمہ: "ہم جو کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں، تو اس سے بہتر یا اس کے برابر لاتے ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

مؤلف نے اس آیت کی تفسیر میں صحابہ و تابعین کے اقوال کا اجمالا تذکرہ کیا ہے۔ نسخ کی اہمیت و حکمت اور متبادل حکم کی تین صورتوں کی وضاحت کی ہے۔ جمہور کے نزدیک وقوع نسخ، اس کی شرائط اور پہچان کا اجمالی ذکر کیا ہے۔ نسخ کی اقسام (قرآن کا قرآن سے، سنت کا سنت سے، سنت کا قرآن سے اور قرآن کا سنت سے) بیان کرتے ہوئے آئمہ کے نزدیک جائز صورتوں اور عدم نسخ کے قائلین کے موقف کی وضاحت کی ہے۔[50]

آخر میں مؤلف نے ناسخ و منسوخ پر لکھی گئی اہم تالیفات کا ذکر کیا ہے۔ قرآن کی سورتوں، آیات، کلمات اور حروف کی تعداد علوم القرآن کی ایک اہم نوع ہے۔ مؤلف نے سورتوں کی تعداد میں مختلف اقوال اور آیات کی تعداد کے مختلف شہروں سے انتساب کا ذکر کیا ہے۔ کوفی عدد کے مطابق راجح تعداد اور سورتوں کے نام مع آیات کی تعداد درج کی ہے۔ نیز آیات، کلمات اور حروف کی تعداد میں اختلاف کے اسباب بیان کیے ہیں۔ غریب القرآن کا عنوان قائم کرتے ہوئے مؤلف نے قرآن مجید کے غیر مانوس اور اجنبی الفاظ کے معانی کی وضاحت کی ہے۔ غریب القرآن کا مفہوم، اس علم کی اہمیت و ضرورت اور غریب الفاظ کی وضاحت میں صحابہ و تابعین کے اشعار عرب سے استشہاد کو بیان کرتے ہوئے قرآنی مثالیں درج کی ہیں۔ غریب القرآن پر لکھی گئی اہم کتب کا تعارف بھی پیش کیا ہے۔ حصہ دوم کی آخری بحث میں وجوہ نظائر کا عنوان قائم کرتے ہوئے مؤلف اس علم میں قرآن کے ایسے لفظ کو زیر بحث لائے ہیں جو مختلف مقامات پر ایک جیسے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ وجوہ نظائر کے لغوی معنی بیان کرنے کے بعد اصطلاحی تعریف میں علماء کا اختلاف بیان کیا ہے۔ اس علم کی ضرورت و اہمیت کو مثالوں کی روشنی میں واضح کرتے ہوئے مؤلف نے لکھا ہے کہ مفسر اور فقیہ کے لیے اس علم کا جاننا ضروری ہے کیونکہ اس سے استخراج و استنباط میں مدد ملتی ہے۔ قرآنی وجوہ نظائر پر لکھی گئی اہم کتب کا ذکر بھی کیا ہے۔ مؤلف نے قرآن مجید کے وجوہ مخاطبات کا عنوان قائم کرتے ہوئے ان تمام طریقوں کی تفصیل بیان کی ہے جن کے ذریعے قرآن بنی نوع انسان سے خطاب کرتا ہے۔ قرآن کریم سے خطاب کے 39 وجوہ مع مثالوں کے تفصیل سے بیان کیے ہیں، جن کی تفہیم سے خطاب کے مختلف اسالیب اور ان کی مخفی حکمتوں کا علم ہوتا ہے۔ مؤلف نے حصہ سوم میں مباحث تفسیر شامل کی ہیں۔

---

[48] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 220.

[49] Al-Baqara, 2:106.

[50] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 236.

علم تفسیر کا عنوان قائم کرتے ہوئے مؤلف نے تفسیر و تاویل کی لغوی و اصطلاحی تعریفات بیان کی ہیں۔ پھر تاریخ تفسیر کے عنوان کے تحت تفسیر کی تاریخ کو چار مراحل میں تقسیم کیا ہے: عہد رسالت میں تفسیر قرآن، عہد صحابہ میں تفسیر قرآن، عہد تابعین میں تفسیر قرآن اور عہد تدوین میں تفسیر قرآن۔[51]

مؤلف نے ان مراحل کو صحابہ کے اقوال اور مثالوں کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ بہترین طریقہ تفسیر پر روشنی ڈالتے ہوئے مؤلف لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن سے، پھر سنت سے، پھر اقوال صحابہ سے اور پھر اقوال تابعی سے مدد لینی چاہیے۔ اس طریقہ کو تفسیر بالماثور کہتے ہیں جبکہ اجتہاد سے کی جانے والی تفسیر کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں۔ تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے کی وضاحت کرتے ہوئے مؤلف نے تفسیر بالرائے کی ممنوع صورتوں کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے پر مشتمل مشہور کتب تفاسیر کا ذکر کیا ہے۔ مؤلف نے مباحث تفسیر کے دوسرے حصے میں تفسیری اصول کا عنوان قائم کیا ہے۔ ابتدا میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے تفسیری اصول و قواعد پر مشتمل مقدمہ کا ذکر کیا ہے اور اس کے بنیادی مضامین (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کو قرآن کے الفاظ و معانی کی تعلیم، تفسیر میں متقدمین و متاخرین کے اختلافات کی نوعیت، بہترین طریقہ تفسیر) کی تفصیل بیان کی ہے۔[52]

مؤلف اس مقدمہ کو امام ابن تیمیہ کی زندگی بھر کے مطالعہ کا نچوڑ قرار دیتے ہیں۔ ابن تیمیہ کے بعد مؤلف نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے تجدیدی کارناموں میں سے قرآن کے فارسی ترجمہ اور فارسی میں لکھی گئی ان کی کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" کا ذکر کیا ہے۔ الفوز الکبیر کے سبب تالیف اور شاہ صاحب کے بیان کردہ قرآن کے مضامین کی پانچ انواع (علوم خمسہ) کا ذکر کرنے کے بعد اس کتاب کے چند اہم مباحث (غریب القرآن، ناسخ و منسوخ، اسباب نزول، آیات کی ہیئت ترکیبی اور فن توجیہ) کا ذکر کیا ہے۔ مؤلف لکھتے ہیں:

> "الفوز الکبیر شاہ ولی اللہ کا عظیم کارنامہ ہے جس نے قرآن کے فہم و تدبر کے اصول بیان کیے اور روایتی تفسیر میں جو جمود آچکا تھا اس کو توڑا اور تفسیر کا حق ادا کیا۔"[53]

اس کے بعد مؤلف نے علامہ فراہی رحمہ اللہ کے تفسیری اصول بیان کرتے ہوئے ان کی کتاب "التکمیل فی اصول التاویل" میں مذکور تاویل قرآن کے تین اصولوں (بنیادی اصول، ترجیحی اصول، باطل اصول) کی تفصیل بیان کی ہے۔ ان اصولوں پر مفصل بحث کے بعد مؤلف علامہ فراہی کی فکر کا مختصر خلاصہ اور تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "سلف وصالحین کی خدمات کا جائزہ لیں تو فراہی صاحب کی بات درست معلوم نہیں ہوتی بلکہ مبالغہ پر مبنی معلوم ہوتی ہے کہ اصول تفسیر کی طرف مسلمانوں نے وہ توجہ نہیں دی جس قدر توجہ کا یہ علم مستحق تھا۔"[54]

جدید تفسیری ادب محرکات و رجحانات کا عنوان قائم کرتے ہوئے مؤلف نے جدید تفسیری رجحانات کو سمجھنے کے لیے عالم عرب اور برصغیر میں لکھی گئی چند اہم کتب تفاسیر کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔ ہر کتاب کا مختصر تعارف اور اس کے منہج و خصائص بیان کیے ہیں۔ ان مذکورہ کتب تفاسیر

---

[51] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 296.

[52] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 310.

[53] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 325.

[54] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 350.

میں "الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم"، "تفسیر المراغی"، "مفاتیح القرآن"، "تدبر القرآن"، "تفہیم القرآن" اور "تبیان القرآن" شامل ہیں۔ مؤلف نے ان کتب تفاسیر کے منہج کو فہرست کی صورت میں واضح کیا ہے۔[55]

خلاصہ بحث

علوم القرآن قرآن فہمی کی اساس اور تفسیری مناہج کی وضاحت کا بنیادی علم ہے۔ اس مقالے میں جدید مسلم مفکرین، ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر عثمان احمد اور ڈاکٹر محمد فاروق حیدر کی کتب کا تقابلی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ ان اہل علم نے علوم القرآن کے مختلف پہلوؤں جیسے نزول، جمع و کتابت، تفسیر کے اصول، ناسخ و منسوخ، اعجاز، اور طبقات المفسرین کو نئے انداز سے پیش کیا ہے۔ ان کی علمی کاوشیں ایک طرف کلاسیکی مفسرین کے ورثے کو آگے بڑھاتی ہیں تو دوسری طرف معاصر علمی مباحث کو شامل کر کے علوم القرآن کو مزید وسعت فراہم کرتی ہیں۔ خاص طور پر طبقات المفسرین پر ان کی آراء مفسرین کے علمی و فکری ارتقاء کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ نتیجتاً یہ مطالعہ جدید علمی و تحقیقی رجحانات کو قرآن فہمی کے کلاسیکی مناہج کے ساتھ جوڑنے کی ایک مثبت کوشش ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

- Ḥaidar, Muḥammad Fārūq. *‘Ulūm al-Qur’ān*. Lahore: Kitāb Sarāy Publishers, 2017.
- Aḥmad, ‘Uthmān. *Mabāḥith ‘Ulūm al-Qur’ān*. Lahore: ‘Aks Publishers, 2018.
- Shams, Humāyūn ‘Abbās. *‘Ulūm al-Qur’ān*. Faisalabad: Shama ‘Publishers, 2015.

[55] Muḥammad Fārūq Ḥaidar, *‘Ulūm al-Qur’ān*, 370.